منکرین حدیث کے شبہات اور ان کا رد

تحریر: پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی

قسط (4)

مغالطہ۸:

قرآن کریم میں ہے ﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ﴾ [الانعام:۳۸] ''ہم نے اس کتاب میں کسی قسم کی کمی نہیں چھوڑی۔'' منکرین حدیث کا کہنا ہے کہ چونکہ کتاب اللہ میں کسی بھی قسم کی کمی نہیں یہ ہر لحاظ سے کامل و مکمل ہے لہٰذا اس کے ہوتے ہوئے دوسری کسی بھی چیز کی ضرورت نہیں۔

جواب: یہ بھی ان حضرات کا محض مغالطہ ہے۔ پوری آیت پیش نظر ہو تو پتہ چلتا ہے کہ یہاں ''الکتاب'' سے مراد ''قرآن مجید'' نہیں بلکہ اللہ کا علم یعنی ''تقدیر'' مراد ہے۔ آیت کے الفاظ یوں ہیں: ﴿وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا طَائِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّا اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ﴾ [الانعام:۳۸] ''زمین پر چلنے والا ہر جاندار اور اپنے پروں سے اڑنے والا ہر پرندہ یہ سب تمہاری طرح امتیں، گروہ ہیں۔ ہم نے ان کی تقدیر میں کسی قسم کی کمی نہیں چھوڑی پھر ان سب کو ان کے رب کی طرف جمع کیا جائے گا۔'' اس آیت میں ''الکتاب'' سے مراد تقدیر ہے، جیسا کہ اسی قسم کی ایک اور آیت میں ہے ﴿وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَ لَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَ لَا يَابِسٍ اِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِيْنٍ﴾ [الانعام:۵۹] ''اور وہی جانتا ہے جو کچھ بحر و بر میں ہے اور جو پتہ بھی گرتا ہے وہ اس کے علم میں ہوتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ ایسا نہیں جسے وہ نہ جانتا ہو، اور کوئی تر چیز اور کوئی خشک چیز ایسی نہیں جو واضح کتاب یعنی لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی نہ ہو۔ اس آیت میں بھی ''کتاب'' سے ''تقدیر'' اور ''اللہ کا علم'' مراد ہے۔

مغالطہ۹:

﴿أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ ذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ [العنکبوت:۵۱] ''کیا ان کیلئے اتنا کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل کی جو ان کو پڑھ

پڑھ کر سنائی جاتی ہے اس میں اہلِ ایمان کیلئے رحمت اور نصیحت ہے۔''اس آیت سے منکرین حدیث کا استدلال یہ ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں کیلئے صرف قرآن کافی ہے۔

جواب: آیت کا صحیح مفہوم جاننے کیلئے اس سے پہلی آیت کو بھی ساتھ ملا لیا جائے، اس میں ہے:

﴿وَ قَالُوْا لَوْ لَا اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ اِنَّمَآ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ﴾ [العنکبوت:۵۰] ''اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس نبی پر اس کے رب کی طرف سے نشانیاں کیوں نہ نازل کی گئیں؟ آپ کہہ دیں کہ نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں، میں تو بس واضح طور پر ڈرانے والا ہوں۔''

کفار کی طرف سے نشانیوں کے مطالبہ کے جواب میں ان سے کہا گیا کہ کیا ان کیلئے یہ کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل کر دی ہے جو اُن کے سامنے تلاوت کی جاتی ہے۔ لہٰذا اس آیت سے منکرین حدیث کا یہ استدلال صحیح نہیں کہ لوگوں کیلئے صرف قرآن کافی ہے۔

مغالطہ 10:

﴿وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ﴾ [لقمان: ۶] ''اور لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو حدیث کے مشغلے کے خریدار ہوتے ہیں تا کہ علم کے بغیر وہ اللہ کی راہ سے دُور بھٹکا دیں۔''

جواب: اس آیت کا یہ ترجمہ مشہور منکرِ حدیث محمد اسلم جے راجپوری نے کیا ہے، پوری امت میں کسی نے بھی اس آیت کا یہ ترجمہ نہیں کیا۔ اس ترجمہ کی غلطی اور بطلان واضح ہے۔ ان صاحب کا یہ ترجمہ اور طرزِ استدلال قرآنی تحریف، حدیث دشمنی، بددیانتی اور بدنیتی کی واضح مثال ہے۔

مغالطہ 11:

قرآن مجید میں ہے ﴿فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ﴾ [ق:۴۵] ''پس آپ اس قرآن کے ذریعے نصیحت کرتے رہیں ان لوگوں کو جو میری وعید سے ڈرتے ہیں۔'' اس آیت سے منکرین حدیث کا استدلال ہے کہ اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ وہ اس قرآن کے ذریعے لوگوں کو نصیحت کرتے ہیں۔

جواب: اس آیت کا بھی مفہوم وہ نہیں جو اُن حضرات نے لینے کی کوشش کی ہے۔ اصل بات یہ

ہے کہ اس سے پہلی آیات میں قیامت کا ذکر ہے۔ تو اللہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ ان لوگوں کو قرآن کے ذریعے قیامت کی یاددلاتے رہیں۔ کیونکہ قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر پُرزور انداز میں قیامت اور آخرت کا ذکر آیا ہے۔

مغالطہ 12:

وَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَ اِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ[الزمر:۴۵] منکرین حدیث نے اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

اور جب اللہ واحد کا ذکر کیا جاتا ہے تو آیت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے دل منقبض ہو جاتے ہیں اور جب اس کے غیر کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ اچانک خوش ہو جاتے ہیں۔ (پرویزی ترجمہ)

جواب: اس ترجمہ میں ایک اور واضح اور صریح غلطی یا تحریف تو یہ ہے کہ ان حضرات نے ''الآخرۃ'' کا معنی ''آیت'' کیا ہے، یہ صریحاً معنوی تحریف ہے۔

نیز ان حضرات نے اس آیت سے یہ مفہوم لیا ہے کہ ہمیشہ صرف رب واحد کا ذکر ہونا چاہیے اور اس کے ساتھ کسی دوسرے کا ذکر نہیں ہونا چاہیے، انہوں نے دوسرے کا نام لئے بغیر رسول ﷺ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ان کا مقصود یہ ہے کہ تبلیغ و ہدایت کیلئے صرف رب واحد کی بات کی جائے اور اسی کا کلام پیش کیا جائے۔ جبکہ اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ جب اکیلے اللہ کا ذکر کیا جائے تو آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے دل منقبض ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ پر ایمان نہیں۔ البتہ جب اللہ کے سوا دوسرے بتوں اور ان کے مزعومہ حاجت رواؤں کا ذکر ہو تو بڑے خوش ہوتے ہیں۔ اس کی تائید ان آیات سے بھی ہوتی ہے جن میں ہے ﴿وَ اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾[الاعراف:۶۵] ''اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود علیہ السلام کو بھیجا، انہوں نے کہا اے میری قوم! تم اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، کیا تم اللہ سے ڈرتے ہو۔''

تو قوم نے کہا ﴿قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَ نَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾[الاعراف:۷۰] ''کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم ایک اللہ کی

عبادت کریں اور ہمارے آباؤ اجداد جن بتوں کو پوجتے تھے ہم ان کو چھوڑ دیں، اگر تُو اپنی بات میں سچا ہے تو ہم پر وہ عذاب لے آ جس کا تُو ہم سے وعدہ کرتا ہے۔"

مغالطہ 13:

اگر حدیث حجت ہوتی تو نبی ﷺ اسے تحریر کرنے کا حکم دیتے اور صحابہؓ و تابعین کرامؒ اس کی کتابت، جمع اور تدوین کا اہتمام کرتے۔ اس کے برعکس نبی ﷺ سے تو کتابتِ حدیث سے منع کا حکم مروی ہے۔ لہٰذا حدیث حجت ہوسکتی ہے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کا حدیث لکھنے کا حکم دینا یا اس کے لکھنے سے منع کرنے کا مفہوم یہ نہیں کہ سرے سے حدیث حجت ہی نہیں۔ آپ ﷺ نے محض اس اندیشہ سے کہ قرآن کریم اور حدیث کی عبارات آپس میں مختلط نہ ہو جائیں، احتیاط کے طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عارضی طور پر کتابت سے منع فرما دیا تھا۔ ورنہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کتابتِ حدیث کا اذنِ عام حاصل تھا۔ نیز کسی چیز کے حجت ہونے کیلئے تحریر و کتابت ہی کافی نہیں ہوتی بلکہ اس کیلئے اس کے ناقلین کا ثقہ ہونا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عہد صدیقی میں قرآنی آیات کی تدوین و کتابت کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام کے حفظ و نقل کو بھی ملحوظ رکھا گیا تھا۔

مغالطہ ۱۴:

دین کو قطعی ہونا چاہیے۔ قرآن تو قطعی الثبوت ہے جبکہ سنت ایسی نہیں۔ قرآن کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿الم O ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ﴾[البقرة: ۱۔۲] "الم یہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں۔" نیز اللہ نے فرمایا ہے: ﴿وَالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتَابِ هُوَ الْحَقُّ﴾[فاطر: ۳۱] "اور ہم نے آپ کی طرف جو کتاب وحی کی ہے وہ حق ہے۔"

اس کے برعکس احادیث ظنی ہیں، ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ اصل دین اور حجت صرف قرآن ہے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ قرآن قطعی الثبوت ہے، مگر وہ قطعی الدلالۃ نہیں۔ قرآن کریم

کی بہت سی آیات ایسی ہیں کہ کوئی بھی آدمی ان کا مفہوم بیان کرتے ہوئے یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ اس نے جو مفہوم بیان کیا ہے وہی صحیح اور باقی تمام مفاہیم غلط ہیں۔ نیز یہ دعویٰ کرنا کہ احکامِ دین میں ظن (گمان) جائز نہیں، اس کا تعلق توحید وغیرہ اصول سے تو ہوسکتا ہے لیکن دین کی جزئیات میں تو ظن پر ہی عمل ہوتا ہے۔ بلکہ ظن پر عمل کیے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ اس کی مثال اجتہاد ہے کہ متعدد مجتہدین جو اجتہاد چاہیں اختیار کریں، وہ اپنے اپنے اجتہاد کو تو صحیح سمجھیں گے مگر دوسرے صاحبِ علم کے اجتہاد کو غلط نہیں کہہ سکتے۔

مغالطہ ۱۵:

منکرینِ حدیث کی طرف سے بعض اوقات یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا کام محض قرآن کی تبلیغ اور امت تک پہنچانا ہے۔

جواب: ان کی اس بات کا مقصود یہ ہے کہ قابلِ اتباع صرف قرآن ہے۔ رسول تو محض قاصد ہوتا ہے۔ احکام و آیات کی تشریح، توضیح یا تبیین اس کی ذمہ داری یا منصب نہیں، ان کا استدلال ان آیات سے ہے جن میں ہے: ﴿مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ﴾ [المائدہ: ۹۹] ''کہ رسول کی ذمہ داری صرف پہنچانا ہے۔'' ایک اور آیت میں ہے ﴿اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلَاغُ﴾ [الشوریٰ: ۴۸] ''کہ آپ کا کام صرف پہنچانا ہے۔'' یہ ان حضرات کا بہت بڑا مغالطہ ہے، کیونکہ قرآن کریم میں بار بار اللہ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت واتباع کا حکم آیا ہے۔

نیز قرآن میں یہ بھی آیا ہے کہ یہ رسولؐ لوگوں کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ نیز متعدد آیات میں قرآنی احکام وآیات کی تبیین و توضیح کرنا بھی نبی ﷺ کا منصب اور ذمہ داری بیان کیا گیا ہے۔ باقی رہا ان کا ایسی آیات سے استدلال جن میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری صرف پہنچانے کی ہے تو یہ محض دھوکہ اور مغالطہ ہے۔ ایسی آیات کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی نبی دنیوی مال و جاہ کا لالچی اور خواہشمند نہیں ہوتا، اور وہ اس کی تبلیغ پر کسی اجرت و معاوضہ کا خواہشمند بھی نہیں ہوتا۔ اس کا کام محض اللہ کے احکام اور اس کا دین پہنچانا ہے۔

نیز ان آیات میں یہ بھی بیان ہے کہ نبیؐ سے آخرت میں امت کے بارے میں باز پرس ہوگی کہ وہ

ایمان کیوں نہ لائے؟ انبیاء ورسل علیہم السلام سے صرف یہ پوچھا جائے گا کہ انہوں نے اللہ کے احکام امت تک پہنچائے تھے یا نہیں؟

منصب رسالت

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں وضاحت کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ اللہ کے احکام کی تشریح وتوضیح کرنا بھی نبی کا منصب اور ذمہ داری ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾ [النحل: ۴۴] "اور ہم نے آپ کی طرف یہ ذکر نازل کیا تاکہ آپ ان لوگوں کے سامنے اس چیز کو خوب کھول کر بیان کر دیں جو اُن کی طرف ان کیلئے نازل کی گئی ہے اور تاکہ وہ اس پر غور وفکر کریں۔" اسی صورت میں آگے جا کر مزید ارشاد ہے:

﴿وَ مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ [النحل: ۶۴] "اور ہم نے آپ پر یہ کتاب اس لئے نازل کی ہے کہ آپ ان لوگوں کے سامنے وہ باتیں خوب واضح کر کے بیان کر دیں جن میں یہ اختلاف کرتے ہیں، اور یہ کتاب اہلِ ایمان کیلئے ہدایت ورحمت کا باعث ہے۔"

ان دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ نے کس قدر وضاحت سے بیان فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک منصب اور ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے اللہ کی کتاب اور اس کے احکام کی اچھی طرح وضاحت اور تشریح کرے، یہ وضاحت حجت شرعی اور شریعت کا مأخذ ہے۔

اصحاب بصیرت جانتے ہیں کہ کسی کتاب کی تشریح وتوضیح محض اس کے الفاظ پڑھ کر سنا دینے سے نہیں ہو جاتی، بلکہ تشریح کرنے والا اس کے الفاظ سے کچھ زائد الفاظ ادا کرتا ہے تاکہ سننے والے کو پوری بات اچھی طرح سمجھ آ جائے، اور بسا اوقات اس کی تشریح عمل اور اشارہ کے ذریعے بھی کر دی جاتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قولی، فعلی یا تحریری تشریح کو ہی حدیث، سنت، یا اسوۂ رسول کا نام دیا جاتا ہے۔

مغالطہ ۱۶:

ائمہ حدیث نے لکھا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی "مسند" کا انتخاب تین لاکھ احادیث سے کیا۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مجھے ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث یاد ہیں۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی ''الصحیح'' کا انتخاب تین لاکھ احادیث سے کیا ہے۔ امام ابوزرعہ رحمہ اللہ کو سات لاکھ احادیث یاد تھیں وغیرہ۔

منکرین حدیث کا مغالطہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دور نبوت صرف تیئیس برس پر محیط ہے۔ اس عرصہ میں اس قدر احادیث کیوں کر بیان ہو سکتی ہیں؟ لہٰذا احادیث میں اور بہت سی باتیں شامل کر دی گئی ہیں۔ لہٰذا یہ سارا ذخیرہ غیر معتبر اور غیر مستند ہوا۔

جواب: ان حضرات کا یہ مغالطہ بھی قلت مطالعہ اور لاعلمی و جہالت پر مبنی ہے۔ ایسے مواقع پر محدثین لفظ ''حدیث'' کو عام معنی میں لیتے ہیں یعنی مرفوع، موقوف، متصل، منقطع، مرسل، معضل، مختلف اسانید و طرق اور آثار وغیرہ سب ہی اس سے مراد ہوتے ہیں حتیٰ کہ اگر کسی محدث کو ایک حدیث بیس سندوں سے یاد ہو تو اسے ایک نہیں بلکہ بیس احادیث شمار کیا جاتا تھا۔ لہٰذا مغالطہ محض دھوکہ اور مغالطہ ہی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کثیر احادیث کا مروی ہونا مستبعد بھی نہیں۔

مغالطہ ۱۷:

کثرتِ احادیث کے باوجود ائمہ حدیث نے اپنی اپنی مرتبہ کتبِ حدیث میں محض چند ہزار احادیث ذکر کی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک باقی احادیث غیر مستند، غیر معتبر یا غلط تھیں۔

جواب: یہ بھی محض لفاظی اور بددیانتی اور مغالطہ ہی ہے۔ مثلاً امام بخاری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مجھے ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث یاد ہیں۔ تو صحیح البخاری میں محض سات ہزار احادیث ذکر کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے نزدیک باقی سب ہی احادیث غلط یا غیر معتبر تھیں۔ بلکہ اس کا مفہوم صرف اس قدر ہے کہ انہوں نے ایک مخصوص متعین کردہ معیار کو پیشِ نظر رکھ کر اس معیار پر پوری اترنے والی احادیث کو ''الصحیح'' میں ذکر کیا، ورنہ ان کے نزدیک ان کے علاوہ بھی صحیح احادیث کی ایک کثیر تعداد تھی۔

مغالطہ ۱۸:

منکرین حدیث یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ حدیث حجت ہی نہیں ہے۔

جواب: یہ بھی ان حضرات کے مغالطات میں سے ایک مغالطہ ہے۔ ہم اپنے اس مقالہ کے آغاز

میں حجیت حدیث کا ذکر کر آئے ہیں، اسی بات کو ایک دوسرے انداز سے واضح کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں بار بار ﴿اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ کا حکم آیا ہے اور کہیں اللہ نے فرمایا ہے ﴿مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ﴾[النساء: ۸۰]"اور جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے گویا اللہ ہی کی اطاعت کی۔" کہیں ارشاد ہے ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾[الاحزاب: ۲۱] "تمہارے لئے اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔"

یہ اور ان جیسی دسیوں آیات سے واضح ہے کہ نبی ﷺ کا فرمان، حکم اور اطاعت حجت ہے۔ بلکہ اگر ذرا گہرائی سے غور کیا جائے تو ترتیب میں قرآن کا درجہ حدیث سے پہلے آتا ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ نے آکر بتلایا کہ مجھ پر یہ وحی نازل ہوئی ہے۔ گویا نبی ﷺ کی بات پہلے اور وحی الٰہی کا ذکر اس سے بعد میں آتا ہے۔ اگر نبی ﷺ کی بات حجت نہ ہو تو قرآن کی بھی کچھ حیثیت نہیں رہتی۔

مغالطہ ۱۹:

بسا اوقات یہ لوگ مسلمانوں کے دلائل سے لاجواب ہو کر اعتراف کر جاتے ہیں کہ حدیث تو حجت ہے البتہ فوراً پینترا بدلتے ہوئے ساتھ ہی کہہ دیتے ہیں کہ خبر واحد حجت نہیں ہے۔

جواب: یہ بھی ان کا محض مغالطہ اور علمی بددیانتی ہے ورنہ قرآن شاہد ہے کہ اللہ کے کسی بھی نبی نے جب بھی اپنی قوم کو دین کی دعوت دی تو ابتدا میں وہ اکیلے ہی اپنے موقف کے حامل ہوتے تھے۔ اگر خبر واحد حجت نہ ہو تو کسی بھی نبی کی بات حجت نہیں ہو سکتی۔ حقیقت ہے کہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر خبرِ واحد کی حجت کا تذکرہ موجود ہے ﴿وَ جَآءَ مِنْ أَقْصَى الْمَدِیْنَةِ رَجُلٌ یَّسْعٰى﴾[یٰس: ۲۰] کہ شہر کے ایک کونے سے ایک آدمی نے آکر موسیٰ علیہ السلام کو اطلاع دی کہ لوگ آپ کے خلاف مشاورت کر رہے ہیں تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کی بات کو تسلیم کرتے ہوئے وہاں سے چلے جانے کا فیصلہ کیا۔

مدین میں موسیٰ علیہ السلام نے دو لڑکیوں کی بکریوں کو پانی پلایا، بعد میں ان میں سے ایک نے آکر موسیٰ علیہ السلام سے کہا ﴿اِنَّ أَبِیْ یَدْعُوْكَ لِیَجْزِیَكَ أَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا﴾[القصص: ۲۵] "کہ میرے والد آپ کو بلاتے ہیں تاکہ آپ نے ہماری بکریوں کو جو پانی پلایا، آپ کو اس کی اجرت دیں۔" تو

موسیٰ علیہ السلام نے اس کی بات کو تسلیم کیا اور اس کے ہم راہ ان کے گھر کو روانہ ہو گئے۔ اس واقعہ سے اور دیگر قرآنی واقعات سے معلوم ہوا کہ خبرِ واحد حجت ہے، بشرطیکہ بات کرنے والا آدمی ثقہ اور معتبر ہو۔

مغالطہ ۲۰:

رسول بمعنی قرآن: منکرینِ حدیث وسنت میں سے مولوی عبداللہ چکڑالوی نے قرآن کریم کے خود ساختہ مضحکہ خیز معانی کیئے اور حدیث وسنت کی خوب کھل کر مخالفت کی۔ اس سلسلہ میں اس نے رسول کا معنی قرآن کر کے رسول اور اس کی اطاعت سے جان چھڑانا چاہی، جبکہ قرآن کریم کی دسیوں آیات میں اللہ کی اطاعت کے ساتھ الگ سے مستقل طور پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم اور اس کی مخالفت پر وعید اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں امت کیلئے اسوۂ حسنہ کا تذکرہ آیا ہے۔ ان آیات میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معنی قرآن کرنا صریحاً غلط ہی نہیں مضحکہ خیز بھی ہے۔ چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

﴿رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً﴾[البینۃ: ۲] ''اللہ کا رسول پاکیزہ صحیفوں کی تلاوت کرتا ہے۔'' ﴿فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَ سُقْيٰهَا﴾[الشمس: ۱۳] ''تو اللہ کے رسول نے ان سے کہا کہ تم اللہ کی اس اونٹنی اور اس کے پانی کا خیال رکھو۔'' ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾[التوبہ: ۱۲۸] ''یقیناً تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آیا ہے تمہارا تکلیف میں مبتلا ہونا اس پر گراں گزرتا ہے، وہ تمہاری بھلائی کا بہت حریص ہے۔ مومنوں پر نہایت شفیق، بہت رحم کرنے والا ہے۔'' ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾[آل عمران: ۱۶۴] ''اللہ نے اہل ایمان میں انہی میں سے ایک رسول کو مبعوث کر کے ان پر احسان کیا جو انہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا، ان کا تزکیہ کرتا اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے، یہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔'' اب ذرا ایک دفعہ دوبارہ ان آیات کو پڑھ کر ان میں رسول کا معنی قرآن کرتے جائیں اور دیکھیں کہ بات کیا سے کیا ہو گئی؟

مولوی عبداللہ چکڑالوی کا ایک آیت کا مضحکہ خیز معنی آپ کی نظر سے گزرا۔ ذرا ان کی طرف سے سورۃ الکوثر کا ترجمہ بھی ملاحظہ فرمائیں، جو کہ اہلِ علم کے ہاں ایک لطیفہ سے کم نہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

''اے ہرایک صاحبِ قرآن! تحقیق عطا فرمایا ہم نے تجھ کو یہ کامل صفات جامع کمالات قرآنِ مجید، جس میں سعادتِ دارین ہے۔ پس تو ہمیشہ ہرایک خالص قرآنی نماز ہی پڑھا کرو۔ خاص اپنے پروردگار کی رضامندی کیلئے۔ خصوصاً اپنے وجود کے اونٹ (کان) کو ذبح (ذلیل، حقیر یعنی پکڑا) کر ہر تکبیر کے وقت کیونکہ تحقیق ہرایک مخالف تیرا تو اس قرآنی نماز سے بالکل محروم و بے نصیب ہی رہتا ہے۔'' [پارہ ۳۰، الکوثر، چکڑالوی ترجمہ]

یہ تو چکڑالوی ترجمہ کی مثالیں ہیں، ورنہ منکرینِ حدیث کا یہ گروہ!

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

مغالطہ ۲۱:

منکرین حدیث کہا کرتے ہیں کہ سنت وحی نہیں، بلکہ یہ تو چند اقوال ہیں جن کو غلط طور پر اللہ کے رسول ﷺ کی طرف منسوب کردیا گیا ہے۔

جواب: ان حضرات کی یہ بات بھی پہلی باتوں کی طرح درست نہیں، بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ سنت و حدیث بھی اللہ کی طرف سے وحی ہے، قرآن مجید میں ہے: ﴿وَ مَا یَنطِقُ عَنِ الْھَوٰیO اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی﴾ [النجم: ۳۔۴] ''اور یہ رسول ﷺ اپنی خواہش سے نہیں بولتا وہ تو صرف وحی ہے جو اُتاری جاتی ہے۔

نیز ارشاد ہے ﴿وَ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الاَقَاوِیْلِO لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِO ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَO فَمَا مِنْکُمْ مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِیْنَO [الحاقہ: ۴۴۔۴۷]

''اور اگر یہ ہماری طرف کوئی بات گھڑ کر بیان کرتا تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ کر اس کی نسہ رگ کاٹ ڈالتے، پھر تم میں سے کوئی بھی ہمیں اس کام سے روک نہ سکتا۔'' نیز ارشاد ہے ﴿وَ مَا کَانَ لِبَشَرٍ أَنْ یُّکَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْیًا أَوْ مِن وَّرَاءِ حِجَابٍ أَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا﴾ [الشوریٰ: ۵۱] ''اور یہ کسی بھی بشر کو لائق نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر الہام کرکے یا پردے کے پیچھے سے یا فرشتہ بھیج کر۔''

نیز ارشاد ہے ﴿وَ أَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ﴾ [النحل: ۴۴] ''اور ہم نے آپ کی طرف یہ ذکر نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کے سامنے اس کی وضاحت کریں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے۔''

(جاری ہے)